3اپریل 1961

از عدالت الاعظمیٰ

موہن لال جین

بنام

عزت مآب مہاراجہ شری سوائی مان سنگھ جی

(ایس کے داس، جے ایل کپور، ایم ہدایت اللہ، جے سی شاہ اور ٹی ایل وینکٹا راما ائیر، جسٹس)

ضابطہ دیوانی۔سابق حکمراں کے خلاف مقدمہ۔ برقرار رکھنے کی اہلیت۔ سابق حکمرانوں کو مقدمہ دائر کرنے سے استثنیٰ۔ اگر امتیازی سلوک کیا جائے تو –"مقدمہ"، تحت ضابطہ دیوانی 1908 (ایکٹ V آف 1908)، دفعہ 86، 87–بی۔ آئین ہند، آرٹیکل 14۔

درخواست گزار نے جے پور کے سابق حکمران کے خلاف فراہم کردہ سامان کی قیمت کے طور پر رقم کی وصولی کے لئے مقدمہ دائر کیا تھا۔اس کے بعد تحت ضابطہ دیوانی میں دفعہ 87 بی متعارف کرایا گیا جس کے تحت غیر ملکی ریاستوں کے حکمرانوں کے خلاف مقدمات کے سلسلے میں دفعہ 86 کی دفعات سابق ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں پر لاگو ہوتی ہیں۔سابق حکمراں نے عرضی اٹھائی کہ مقدمہ نااہل ہے کیونکہ دفعہ 87 بی کے تحت مرکزی حکومت کی رضامندی حاصل نہیں کی گئی تھی۔درخواست گزار نے دلیل دی: (1) دفعہ 87–بی آئین کی اے کی خلاف ورزی کرتی ہے اور کالعدم ہے، (2) دفعہ 87–بی کا اطلاق اس وقت زیر التوا مقدمے کو جاری رکھنے پر نہیں ہوتا جب دفعہ 87–بی نافذ کی گئی تھی، بلکہ صرف اس دفعہ کے نفاذ کے بعد مقدمہ دائر کرنے پر لاگو ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ دفعہ 87 بی آئین کی اے کی خلاف ورزی نہیں کرتی اور نہ ہی یہ کالعدم ہے۔تحت ضابطہ دیوانی کی دفعہ 87–بی نے صرف اس استحقاق کو جاری رکھا جو پہلے ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کو

حاصل تھا اور جس کے سلسلے میں سابق حکمرانوں اور حکومت ہند کے ذریعہ کئے گئے معاہدوں نے ان کے تسلسل کا انتظام کیا تھا۔ استحقاق کے بارے میں اس معاہدے کو آئین کے آرٹیکل 362 کے ذریعہ مزید یقینی بنایا گیا تھا۔ اس طرح سابق حکمرانوں نے ایک طبقہ تشکیل دیا اور خصوصی قانون سازی ایک طبقے کے طور پر ان پر لاگو ہونے والے تاریخی نظریات پر مبنی تھی۔ درجہ بندی ایک فرق پر مبنی تھی جو حقیقی اور ٹھوس تھی اور اس کا مقصد حاصل کرنے کی کوشش سے منصفانہ تعلق تھا۔

مزید برآں، یہ مقدمہ جے پور کے سابق حکمران کے خلاف نااہل تھا۔ دفعہ 87-بی اور دفعہ 86 کا تحفظ مقدمہ دائر کرنے اور عدالتوں کے ذریعے اس کے تعاقب دونوں پر لاگو ہوتا ہے۔ دفعہ 86 میں کہا گیا ہے کہ" کوئی حکمران.................. کسی بھی عدالت میں مقدمہ چلایا جا سکتا ہے---------- کسی شخص پر نہ صرف اس وقت مقدمہ دائر کیا جاتا ہے جب اس کے خلاف مقدمہ دائر کیا جاتا ہے، بلکہ اس وقت بھی "مقدمہ" دائر کیا جاتا ہے جب اس کے خلاف مقدمہ زیر التوا رہتا ہے۔ لفظ" مقدمہ" ایک کارروائی میں پوری کارروائی کا احاطہ کرتا ہے۔ نتیجتا، مرکزی حکومت کی رضامندی نہ صرف سابق حکمران کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کے لئے ضروری تھی بلکہ اس وقت سے اس کو جاری رکھنے کے لئے بھی ضروری تھی جب سے رضامندی کی ضرورت تھی۔

مزید برآں، دفعہ 87-بی زیر التوا مقدمات پر لاگو اپنی شرائط پر لاگو ہوتا ہے اور زیر التوا کارروائیوں کے حق میں کوئی بچت نہیں ہے۔

کے سی مکھرجی بنام مسماۃ رام رتن کوئر (1935) آئی ایل آر 15 پٹنہ 268، درخواست دی۔

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 20 آف 1960۔

اجمیر میں جوڈیشل کمشنر کی عدالت کے 5 ستمبر 1956 کے فیصلے اور فرمان کے خلاف اپیل 1956 کی اول دیوانی اپیل نمبر 3 میں کی گئی۔

درخواست گزار کی طرف سے بی ڈی شرما۔

اٹارنی جنرل آف انڈیا ایم جی سیتلواڈ، سی ایل اگروال، ایم کے رام مورتی، آر کے گرگ، ڈی پی سنگھ اور ایس سی اگروال نے جواب دہندگان 1 اور 3 کو جواب دیا۔

3 اپریل 1961ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس ہدایت اللہ - یہ مدعی کی جانب سے اجمیر کے جوڈیشل کمشنر کے فیصلے اور حکم نامے کے خلاف اپیل ہے، جس میں ٹرائل جج کے مقدمے کو خارج کرنے کے حکم کی تصدیق کی گئی ہے۔ یہ ہمارے سامنے آئین کے آرٹیکلز 132 (1) اور 133 (1) (سی) کے تحت ریاستوں کی تنظیم نو کے بعد دیے گئے سرٹیفکیٹ پر آتا ہے۔

درخواست گزار کی جانب سے یہ مقدمہ 1947 میں ریاست جے پور کے حکمراں کو فراہم کیے گئے سامان کی قیمت کے طور پر 0-12-23,998 روپے کی وصولی اور مدعا علیہان کی جانب سے اسی طرح کچھ دیگر سامان کی فراہمی سے انکار کی وجہ سے درخواست گزار کو ہونے والے نقصانات کی وصولی کے لیے دائر کیا گیا تھا۔ جے پور کے سابق حکمران کے علاوہ، ان کے ملٹری سکریٹری اور سابق حکمران کے ایک ملازم مہابت سنگھ کو بھی مدعا علیہ کے طور پر شامل کیا گیا تھا، اس دلیل پر کہ انہوں نے سابق حکمران کے ایجنٹوں کے طور پر احکامات دیے تھے۔ مقدمہ 28 فروری 1951 کو دائر کیا گیا تھا۔ سابق حکمراں نے یہ عرضی اٹھائی کہ یہ مقدمہ نااہل ہے کیونکہ تحت ضابطہ دیوانی کی دفعہ 87-بی کے تحت مرکزی حکومت کی رضامندی حاصل نہیں کی گئی تھی۔ دیگر مدعا علیہان نے مختلف بنیادوں پر اس دعوے اور اپنی ذمہ داری سے انکار کیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملٹری سکریٹری (دوسرا مدعا علیہ) اب انتقال کر چکے ہیں، اور یہ اپیل اب صرف سابق حکمران اور مہابت سنگھ کے خلاف ہے۔

ماتحت جج نے کہا کہ اگرچہ یہ مقدمہ تحت ضابطہ دیوانی (ترمیمی) ایکٹ 1951 (II آف 1951) کی دفعہ 12 کے ذریعہ دفعہ 87-بی کے نفاذ سے پہلے دائر کیا گیا تھا، لیکن اسے سابق حکمران کے خلاف جاری نہیں رکھا جا سکتا ہے۔ عدالت نے درخواست گزار کو ضروری رضامندی حاصل کرنے کے قابل بنانے کے لئے سماعت چار ماہ کے لئے ملتوی کردی۔ درخواست گزار نے اس کی رضامندی کے لئے مرکزی حکومت کو درخواست دی، لیکن اسے مسترد کر دیا گیا۔ انہوں نے جوڈیشل کمشنر کو نظر ثانی کی درخواست دیتے ہوئے کہا

کہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ 87 بی آئین کے اے میں مساوات کی شق کی خلاف ورزی کرتی ہے اور اس طرح یہ کالعدم ہے، لیکن جوڈیشل کمشنر نے اس دلیل کو مسترد کر دیا۔ انہوں نے اس بنیاد پر سرٹیفکیٹ دینے سے بھی انکار کر دیا کہ آئین کے آرٹیکل 132 (1) کے مطابق کوئی حتمی حکم نہیں ہے۔ بعد ازاں تینوں مدعا علیہان کے خلاف مقدمہ خارج کر دیا گیا۔ سابق حکمراں کے بارے میں، یہ کہا گیا تھا کہ مرکزی حکومت کی رضامندی کے بغیر ان کے خلاف کوئی مقدمہ نہیں ہے، اور بقیہ مدعا علیہان کے بارے میں، یہ کہا گیا تھا کہ وہ انڈین کنٹریکٹ ایکٹ کی دفعہ 230 کے تحت محفوظ ہیں۔ اس دفعہ کی ذیلی دفعہ (3) کو لاگو نہیں کیا گیا تھا، کیونکہ مرکزی حکومت کی رضامندی سے سابق حکمران کے خلاف مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے۔ درخواست گزار نے اجمیر کے جوڈیشل کمشنر سے اپیل کی لیکن اپیل خارج کر دی گئی۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، انہوں نے ایک سرٹیفکیٹ حاصل کیا، اور یہ اپیل دائر کی گئی ہے۔

اس اپیل میں دو اہم سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ سابق حکمران کے خلاف مقدمہ خارج کرنا غلط تھا۔ اس دلیل کی حمایت میں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ تحت ضابطہ دیوانی کی دفعہ 87 – بی آئین کے منافی ہے اور اس کے متبادل کے طور پر دفعہ 87 – بی، چاہے وہ درست ہی کیوں نہ ہو، اس مقدمے پر لاگو نہیں ہو سکتی، جو اس دفعہ کے نافذ ہونے کے وقت زیر التوا تھا۔ مقدمے کو جاری رکھنے کا حق ایک بنیادی حق ہونے کے ناطے، یہ پیش کیا گیا ہے، اس قانون کے بغیر چھینا نہیں جا سکتا ہے جو زیر التواء کارروائیوں پر لاگو ہوتا ہے، یا تو واضح طور پر یا ضروری ارادے سے۔ دوسرے مدعا علیہ کے خلاف یہ دلیل دی جاتی ہے کہ وہ انڈین کنٹریکٹ ایکٹ کی دفعہ 230 (3) کی دفعات کے پیش نظر ایک ایجنٹ یا کم از کم ایک ذیلی ایجنٹ کے طور پر ذمہ دار تھا۔ ہمیں دعوے کی خوبیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے اور نہ ہی سماعت میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

ہم اس بات پر غور کرنا شروع کریں گے کہ آیا دفعہ 87 – بی غیر قانونی اور غیر قانونی ہے یا نہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ شہری کارروائیوں سے استثنیٰ پیدا کر کے ہندوستانی ریاستوں کے سابق حکمرانوں کے حق میں امتیازی سلوک کرتا ہے۔ موجودہ آئین سے پہلے تحت ضابطہ دیوانی کے حصہ چہارم میں مخصوص معاملوں میں مقدمات کے حوالے سے دفعات موجود تھیں۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ دفعہ 79 سے 82 تک کراؤن یا پبلک آفیسرز کی جانب سے یا ان کے خلاف ان کی سرکاری حیثیت میں مقدمات چلائے جاتے تھے اور دفعہ 88 میں انٹر پلیڈر کے مقدمے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ دفعہ 83 سے 87 تک غیر ملکیوں اور ہندوستانی ریاستوں کے غیر ملکی حکمرانوں اور حکمرانوں کے خلاف مقدمات سے متعلق تھے۔ دفعہ 83 اور 84 بالترتیب اس وقت فراہم کی گئی ہے جب غیر ملکی اور غیر ملکی ریاستیں مقدمہ کر سکتی

ہیں۔ دفعہ 85 میں شہزادوں یا سرداروں کے خلاف قانونی چارہ جوئی یا دفاع کے لئے افراد کی حکومت کی طرف سے تقرری کا اہتمام کیا گیا تھا۔ دفعہ 86 میں شہزادوں، سرداروں، سفیروں اور سفیروں کے خلاف مقدمہ چلانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس نے ان ضابطہ دیوانی حد اختیار سے استثنیٰ دے کر جزوی طور پر غیر علاقائیت پیدا کی سوائے اس وقت جب مرکزی حکومت کی رضامندی سے کوئی کارروائی کی گئی ہو۔ پہلا ذیلی حصہ فراہم کیا گیا ہے:

ایسے شہزادے یا سربراہ اور کسی غیر ملکی ریاست کا کوئی سفیر یا سفیر کسی ہندوستانی ریاست کے حکمراں سربراہ کے معاملے میں ولی عہد نمائندے کی رضامندی سے، سیاسی سکریٹری کے دستخط سے تصدیق شدہ، اور کسی بھی دوسرے معاملے میں مرکزی حکومت کی رضامندی سے، اس حکومت کے سکریٹری کے دستخط سے تصدیق شدہ ہوسکتا ہے۔ لیکن اس طرح کی رضامندی کے بغیر، کسی بھی مجاز عدالت میں مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا ہے۔

بقیہ چار ذیلی دفعات میں دعویٰ کی اقسام اور ان شرائط سے نمٹا گیا جن کے تحت انہیں لایا جا سکتا ہے اور سابق علاقائیت کے کچھ دیگر پہلوؤں سے متعلق ہیں۔ دفعہ 87 میں شہزادوں یا سرداروں کو مقدمات کے فریق کے طور پر پیش کرنے کا انداز بیان کیا گیا تھا۔

آئین کے نافذ العمل ہونے کے بعد صدر کی جانب سے لاز آرڈر 1950 کے تحت کچھ تبدیلیاں کی گئیں لیکن ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ کہنا کافی ہے کہ یہ تحفظ آئین کے آرٹیکل 372 (جب تک کہ بنیادی حقوق کے باب کے تحت کالعدم نہ ہو) کے پیش نظر جاری رہا جب تک کہ ہم 1951 کے ایکٹ 2 کے نفاذ تک نہیں پہنچ گئے۔ دفعہ 86 پر بنیادی حقوق کی دفعات کا اثر اور نئی دفعہ 87 – بی کے یکساں ہونے کی وجہ سے ہمیں اس معاملے پر الگ سے غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب ہندوستانی ریاستیں برٹش انڈیا کے ساتھ ضم ہوئیں تو ریاستوں کے حکمرانوں اور حکومت ہند نے معاہدوں اور معاہدوں پر دستخط کیے۔ ان معاہدوں میں اس بات پر اتفاق کیا گیا تھا کہ ہندوستانی شہزادوں کی مراعات، اعزازات اور لقب کو تسلیم کیا جائے گا۔ جب آئین نافذ کیا گیا تو معاہدوں میں یقین دہانی کا احترام کیا گیا اور آرٹیکل 362 کو آئین میں شامل کیا گیا۔ اس میں لکھا ہے:

’’پارلیمنٹ یا کسی ریاست کی مقننہ کے قانون سازی کے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے یا یونین یا ریاست کے انتظامی اختیارات کے استعمال میں، کسی بھی ایسے معاہدے یا معاہدے کے تحت دی گئی ضمانت یا یقین دہانی کا مناسب احترام کیا جائے گا جیسا کہ ذاتی حقوق کے سلسلے میں آرٹیکل 291 کی شق (1) میں ذکر کیا گیا ہے، ایک ہندوستانی ریاست کے حکمران کے استحقاق اور وقار سے ممکن ہے۔

آرٹیکل 291 کا حوالہ صرف اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ معاہدے یا معاہدے تھے جو کسی بھی ہندوستانی ریاست کے حکمران نے آئین کے نفاذ سے پہلے مرکزی حکومت کے ساتھ کیے تھے۔ یہ وضاحت آرٹیکل 362 میں نہیں دہرائی گئی ہے، لیکن حوالہ کے ذریعہ شامل کی گئی ہے۔ آرٹیکل 362 میں آرٹیکل 291 کے ذکر کی مزید کوئی اہمیت نہیں ہے، اور مؤخر الذکر آرٹیکل میں یقین دہانی کی عمومیت کو کم نہیں کیا گیا ہے۔

مرکزی حکومت کی رضامندی کے بغیر سابق علاقائیت اور شہری دائرہ اختیار سے استثنیٰ کا استحقاق دیرینہ تھا، اور جب 1951 کا ترمیمی قانون منظور کیا گیا تو دفعہ 83 سے 87 کو دوبارہ نافذ کیا گیا۔ ہمیں ان تمام تبدیلیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے جو کی گئیں اور ان میں سے کچھ کا حوالہ غیر ضروری ہے۔ دفعہ 86 میں ترمیم کرتے ہوئے ہندوستانی ریاستوں کے حکمراں سرداروں کے تمام حوالہ جات کو حذف کر دیا گیا تھا اور پہلی ذیلی دفعہ کو مندرجہ ذیل طریقے سے دوبارہ نافذ کیا گیا تھا:

(1) کسی غیر ملکی ریاست کے کسی بھی حکمراں کے خلاف کسی بھی عدالت میں مقدمہ دائر نہیں کیا جا سکتا ہے جو مرکزی حکومت کی رضامندی کے بغیر مقدمہ چلانے کی مجاز ہو، سوائے اس کے کہ اس حکومت کے سکریٹری نے تحریری طور پر تصدیق کی ہو۔

ذیلی دفعہ (3) میں گرفتاری کے خلاف تحفظ فراہم کیا گیا اور مرکزی حکومت کی رضامندی کے علاوہ ایسے کسی بھی حکمراں کی جائیداد کے خلاف احکامات پر عمل درآمد کے خلاف تحفظ فراہم کیا گیا۔ دفعہ 87 میں غیر ملکی حکمرانوں کو مقدمات میں فریق کے طور پر پیش کرنے کا انداز بیان کیا گیا تھا۔ دفعہ 87 اے کو "غیر ملکی ریاست" اور "حکمران" کی تعریف کرنے اور یہ استثنیٰ صرف ایک ریاست اور اس کے سربراہ کو فراہم کرنے کے لئے شامل کیا گیا تھا، جسے مرکزی حکومت کے ذریعہ تسلیم کیا گیا تھا۔

دفعہ 87 بی، جس سے ہمارا تعلق ہے، خاص طور پر سابق ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کے خلاف مقدمات کے سلسلے میں نافذ کیا گیا تھا۔ یہ فراہم کیا گیا ہے:

دفعہ 85 اور دفعہ 86 کی ذیلی دفعات (1) اور (3) کی دفعات کسی بھی سابقہ ہندوستانی ریاست کے حکمرانوں کے بارے میں لاگو ہوں گی جیسا کہ وہ کسی غیر ملکی ریاست کے حکمران کے بارے میں لاگو ہوتے ہیں۔

(2) اس دفعہ میں –

(الف) ''سابق ہندوستانی ریاست'' سے مراد کوئی ایسی ہندوستانی ریاست ہے جسے مرکزی حکومت سرکاری گزٹ میں نوٹیفکیشن کے ذریعہ اس دفعہ کے مقاصد کے لئے متعین کر سکتی ہے۔ اور

(ب) سابق ہندوستانی ریاست کے حوالے سے ''حکمران'' سے مراد وہ شخص ہے جسے صدر فی الحال آئین کے مقاصد کے لیے اس ریاست کا حکمران تسلیم کرتا ہے۔

اس شق کے ذریعے، جو کہ سابقہ دفعہ 86 کی طرح ہی ہے، ہندوستانی ریاستوں کے حکمرانوں کو پہلے حاصل استحقاق کو جاری رکھا گیا تھا۔

اس تاریخی پس منظر میں اپیل میں اٹھائے گئے اختلاف رائے کے سوال کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔ یہ دیکھنا آسان ہے کہ سابق حکمران ایک طبقہ تشکیل دیتے ہیں اور خصوصی قانون سازی ایک طبقے کے طور پر ان پر لاگو ہونے والے تاریخی نظریات پر مبنی ہے۔ انضمام سے پہلے ہندوستانی ریاستوں کے خودمختار حکمرانوں نے جمہوریہ کی بنیاد کے بعد اپنی ریاستوں کو سالانہ پریوی پرس کے بدلے قوم کے حوالے کیا اور اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ ان کے ذاتی حقوق، مراعات اور وقار کا احترام کیا جائے گا۔ خود آئین نے اعلان کیا کہ ان حقوق وغیرہ کو تسلیم کیا جائے گا۔ ان خیالات کے نتیجے میں بنائے گئے قانون کو ایسے حکمرانوں کی مناسب درجہ بندی پر مبنی سمجھا جانا چاہئے، جنہوں نے اوپر بیان کردہ کردار کے معاہدے پر دستخط کیے تھے۔ یہ ایک امتیاز پر مبنی ہے جسے حقیقی اور ٹھوس کے طور پر بیان کیا جا سکتا ہے، اور یہ اس مقصد سے منصفانہ تعلق رکھتا ہے جسے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یہ بھی دلیل دی گئی ہے کہ یہ آرٹیکل استحقاق کی بات کرتا ہے لیکن مراعات کی بات نہیں کرتا، اور ہمیں آئین کے کچھ دیگر آرٹیکلز کا حوالہ دیا گیا تھا جہاں خاص طور پر "مراعات" کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان آرٹیکلز کا حوالہ دینا ضروری نہیں ہے۔ شہری کارروائی سے استثنیٰ کو ایک استحقاق کے طور پر بھی بیان کیا جا سکتا ہے، کیونکہ لفظ ''استحقاق" کافی وسیع ہے جس میں استثنیٰ شامل ہے۔ آئین کسی خاص لفظ کے انتخاب تک محدود نہیں تھا، بشرطیکہ

ارادہ واضح طور پر ظاہر کیا گیا ہو۔ ہماری رائے میں، " ذاتی حقوق اور مراعات " کے الفاظ اس کردار کی استثنیٰ کو قبول کرنے کے لئے کافی جامع ہیں۔ لہٰذا یہ واضح ہے کہ اس دفعہ کو امتیازی قرار دے کر چیلنج نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ تاریخی حقائق پر مبنی درجہ بندی سے پیدا ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ دلیل دی جاتی ہے کہ دفعہ 87 – بی صرف دفعہ 86 کی ذیلی دفعات (1) اور (3) کی دفعات کا اطلاق کرتی ہے، کہ مؤخر الذکر دفعہ کے الفاظ سابقہ نہیں ہیں، یہ مقدمہ دفعہ 87 – بی کے نفاذ سے پہلے دائر کیا گیا تھا، اور یہ کہ مدعی کا اپنے مقدمے کو جاری رکھنے کا بنیادی حق واضح زبان یا واضح ارادے کی عدم موجودگی میں چھینا نہیں جاسکتا ہے۔ دفعہ 86 (1) کے الفاظ یہ ہیں کہ " کسی غیر ملکی ریاست کے کسی بھی حکمران پر کسی بھی عدالت میں مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا...... "۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس سے صرف مقدمہ شروع کرنے سے روکا جاسکتا ہے نہ کہ اس دفعہ کے نافذ ہونے سے پہلے دائر مقدمے کو جاری رکھنے سے۔ ہماری رائے میں ان دلائل کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ لفظ " مقدمہ " کا مطلب نہ صرف مقدمہ دائر کرنا یا دیوانی کارروائی کرنا ہے بلکہ عدالتوں کے ذریعے ان کا تعاقب بھی ہے۔ کسی شخص پر نہ صرف اس وقت مقدمہ دائر کیا جاتا ہے جب مقدمہ دائر کیا جاتا ہے، بلکہ اس وقت بھی مقدمہ دائر کیا جاتا ہے جب اس کے خلاف مقدمہ زیر التوا رہتا ہے۔ لفظ ''مقدمہ" ایک کارروائی میں پوری کارروائی کا احاطہ کرتا ہے، اور جس شخص کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے اس پر کارروائی کی مدت کے دوران مقدمہ دائر کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رضامندی نہ صرف سابق حکمران کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کے لئے ضروری ہے بلکہ اس وقت سے اس کو جاری رکھنے کے لئے بھی ضروری ہے جب سے رضامندی کی ضرورت ہوتی ہے۔ لفظ " مقدمہ " کے طول وعرض کے پیش نظر، عام طور پر اس بات پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ زیر التوا مقدمات بعد کی قانون سازی سے کس حد تک متاثر ہوتے ہیں یا متحدہ صوبوں بمقابلہ عتیقہ بیگم، وینو گوپال ریڈیار بمقابلہ کرشنا سوامی ریڈیار یا گریکا پٹی ویرایا بمقابلہ این سبیا چودھری میں طے شدہ اصولوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ اگر دفعہ 86 اور دفعہ 87 بی کی زبان صرف دیوانی مقدمہ شروع کرنے پر لاگو ہوتی تو یہ مقدمات مددگار ثابت ہوسکتے تھے۔ لیکن چونکہ ''مقدمہ'' دائر کیا جاسکتا ہے کے الفاظ میں نہ صرف مقدمہ شروع کرنا شامل ہے بلکہ اس کا تسلسل بھی شامل ہے، اس لیے یہ واضح ہے کہ مرکزی حکومت کی رضامندی کے بغیر نہ تو مقدمہ دائر کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ عتیقہ بیگم کے کیس سی میں، ورد چاریار، جے نے ان دو اصولوں کا حوالہ دیا جو ان معاملوں پر لاگو ہوتے ہیں جہاں کسی قانون کی پس منظر کے سوال پر غور کرنا پڑتا ہے۔ وہ یہ ہیں کہ ذاتی حقوق کو متاثر نہیں سمجھا جانا چاہئے، اور یہ کہ کسی کارروائی کے فریقین کے حقوق کا تعین عام طور پر قانون کے مطابق کیا جانا چاہئے، جیسا کہ کارروائی

کے آغاز کی تاریخ پر تھا۔لیکن فاضل جج نے نشاندہی کی کہ قانون سازی کی زبان پہلے قانون کی تردید کرنے کے لئے کافی ہوسکتی ہے، اور کے سی مکھرجی بمقابلہ مسٹر رام متان کوئر میں پریوی کونسل کے معاملے کا حوالہ دیا۔

یہاں، قانون سازی کی زبان پر معاملہ حل کیا جاسکتا ہے۔استعمال کی جانے والی زبان اتنی چوڑائی اور یقین کی ہے کہ اس میں زیر التواء اقدامات کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے، اور اس کے برعکس قاعدہ لاگو ہوتا ہے، یعنی، جب تک زیر التوا اقدامات کو نئے قانون کے نفاذ سے بچایا نہیں جاتا ہے، انہیں متاثر ہونے کے لئے لیا جانا چاہئے۔جیسا کہ ہم نے دکھایا ہے، لفظ" مقدمہ" نہ صرف ایک شہری کارروائی کے آغاز بلکہ تسلسل کو بھی ظاہر کرتا ہے، اور اس لئے پابندی نہ صرف دفعہ 87–بی کے نفاذ کے بعد قائم کردہ مقدمے کو متاثر کرتی ہے، بلکہ ایک ایسا مقدمہ بھی متاثر کرتا ہے جو اگرچہ اس کے نفاذ سے پہلے قائم کیا گیا تھا،لیکن اس کے نفاذ سے پہلے زیر التوا ہے۔ہمارے فیصلے میں، موجودہ مقدمہ پہلے مدعاعلیہ، جے پور کے سابق حکمران کے خلاف نااہل تھا۔

یہ دلیل دی جاتی ہے کہ مدعا علیہان 2 اور 3 نے سابق حکمران کے ایجنٹ کے طور پر کام کیا اور درخواست گزار کے پاس حکم دیا۔ملٹری سکریٹری (مرنے کے بعد) کا موقف مختلف سطح پر تھا،لیکن یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ان کے خلاف کارروائی کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی، کیونکہ ان کے خلاف اپیل ختم ہوچکی ہے۔مہبت سنگھ، جو تیسرا مدعاعلیہ ہے، کو سابق حکمران کا ایجنٹ قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ دیے گئے احکامات کے ساتھ اس کا تعلق صرف ملٹری سکریٹری کی طرف سے آنے والے خطوط پر دستخط کرنے کا تھا۔ان خطوط پر انھوں نے ملٹری سیکریٹری کے لیے دستخط کیے تھے۔وہ سابق حکمران کے ایجنٹ کے طور پر کام نہیں کر رہا تھا بلکہ ملٹری سیکرٹری کی طرف سے خطوط پر دستخط کرنے کا وزارتی کام انجام دے رہا تھا۔یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے اسے ایک ایجنٹ بنا دیا ہے۔لہٰذا ان کے خلاف مقدمہ غلط تھا، جو کچھ بھی ملٹری سیکریٹری کے بارے میں کہا گیا ہو۔

ہماری رائے میں مقدمے کی منسوخی کیس کے حالات میں جائز تھی۔

اپیل ناکام ہو جاتی ہے، اور اخراجات کے ساتھ خارج کر دی جاتی ہے۔اپیل کنندہ اپیل کی یادداشت پر کورٹ فیس ادا کرے گا، کیونکہ اسے ایک غریب کی حیثیت سے یہ اپیل دائر کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔

اپیل خارج کر دی گئی۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.05.09 16:03
I am the author of this document